# آپ بیتی

خودنوشت یا آپ بیتی کا مطلب ہے اپنی زندگی کا حال بیان کرنا۔اس بیان کے دائرے میں پوری زندگی بھی آسکتی ہے اور زندگی کا کوئی خاص دور یا واقعہ بھی۔

خودنوشت کیوں لکھی جاتی ہے؟ اس سوال کے کئی جواب ہوسکتے ہیں۔مثلاً یہ کہ لکھنے والا اپنی یادوں کو مرتّب اور محفوظ کرنا چاہتا ہے۔یا یہ کہ لکھنے والا اپنے تجربوں میں پڑھنے والوں کو بھی شریک کرنا چاہتا ہے۔یا یہ کہ لکھنے والا اپنے قاری کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ اس نے دنیا اور اس کے لوگوں کو کس نظر سے دیکھا ہے۔

اچھّی خودنوشت میں لکھنے والا خود اپنے منہ میاں مِٹھو نہیں بنتا۔اسی لیے خودنوشت لکھنے والے کو ہمیشہ بہت ضبط واحتیاط سے کام لینا پڑتا ہے۔دوسروں کے بیان میں بھی سچّائی اور دیانت داری کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اردو میں خودنوشت کی روایت زیادہ پرانی نہیں ہے۔مولانا جعفر تھانیسری کی آپ بیتی ''کالا پانی'' کو اردو کی پہلی خودنوشت کہا جاتا ہے۔اس کی اشاعت 1923 میں ہوئی۔اگرچہ اسے اشاعت سے بہت پہلے لکھا جاچکا تھا۔

ہمارے زمانے میں رشید احمد صدیقی کی ''آشفتہ بیانی میری'' سر رضا علی کی ''اعمال نامہ'' جوشؔ ملیح آبادی کی ''یادوں کی برات'' قرۃ العین حیدر کا سوانحی ناول ''کار جہاں دراز ہے''، قدرت اللہ شہاب کی ''شہاب نامہ''، خلیق ابراہیم خلیقؔ کی ''منزلیں گرد کے مانند''، اختر الایمان کی ''اس آباد خرابے میں'' بہت مشہور ہوئیں۔خواتین کی آپ بیتیوں میں بیگم حمیدہ اختر کی ''ہم سفر''، اداجعفری کی ''جو رہی سو بے خبری رہی'' اور سعیدہ بانو احمد کی ''ڈگر سے ہٹ کر'' بہت دل چسپ اور مقبول آپ بیتیاں ہیں۔

آپ بیتی بالعموم نثر میں لکھی جاتی ہے۔لیکن کچھ لوگوں نے منظوم آپ بیتیاں بھی لکھی ہیں۔

© NCERT not to be republished

# اختر الایمان

1915 تا 1996

اختر الایمان کا اصل نام محمد اختر الایمان تھا۔ وہ نجیب آباد، ضلع بجنور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد مسجد میں امامت کرتے تھے۔ اختر الایمان کی ابتدائی تعلیم مختلف گاؤں اور قصبوں کے مدرسوں اور اسکولوں میں ہوئی۔ انھوں نے میٹرک فتح پوری مسلم ہائی اسکول دہلی سے پاس کیا۔ بی۔ اے دہلی کالج (موجودہ ذاکر حسین کالج) سے کیا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ایم۔ اے اردو میں داخلہ لیا مگر اسے مکمل نہ کر سکے۔ پہلا سال مکمل کرنے کے بعد پونہ چلے گئے جہاں فلموں کے لیے لکھتے رہے۔ کچھ دنوں بعد ممبئی گئے اور پوری زندگی وہیں گزاری۔ ممبئی کے اپنے پچاس سالہ قیام کے دوران انھوں نے بہت سی فلموں کے منظرنامے اور مکالمے لکھے۔ ان کی لکھی ہوئی بعض فلمیں بہت مقبول ہوئیں۔ مگر ایک بلند پایہ شاعر ہونے کے باوجود، انھوں نے فلموں کے لیے گانے کبھی نہیں لکھے۔

اختر الایمان کا شمار اردو کے بڑے نظم گو شعرا میں ہوتا ہے۔ ان کے دس شعری مجموعے شائع ہوئے۔ پہلا مجموعہ ''گرداب'' اور آخری ''زمستاں سرد مہری کا'' ان کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ نثر میں انھوں نے اپنی آپ بیتی ''اس آباد خرابے میں'' کے علاوہ چند ادبی مضامین بھی لکھے ہیں۔

© NCERT not to be republished

5257CH11

# اس آباد خرابے میں

رات کتنی گزر چکی تھی اب کچھ یاد نہیں صرف اتنا یاد ہے ہم عبداللہ پور (جمنا نگر) کے اسٹیشن پر اترے تھے۔ پلیٹ فارم پر لگی ہوئی مٹی کے تیل کی لالٹینیں اجالا کرنے کی پوری کوشش کر رہی تھیں۔ اس کے باوجود بھی گردوپیش پر اندھیرا غالب تھا۔ میرے پاس ایک ٹین کا صندوق تھا جس کی بناوٹ ایسی تھی جیسے جسم پر آبلے پڑ جاتے ہیں۔ جگہ جگہ سے اٹھا ہوا تھا۔ ابّا نے وہ صندوق میرے سر پر رکھ دیا اور باقی سامان خود اٹھالیا اور ہم اسٹیشن سے باہر نکل کر بغیر کوئی سواری لیے ہوئے، ایک لمبی سڑک پر چل کھڑے ہوئے۔

ہم کہاں جا رہے تھے، مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ پچھلا گاؤں، ہم جہاں سے چلے تھے، اس کا نام کمباسی تھا۔ اس گاؤں کے بارے میں ایسی کوئی تفصیل نہیں جو دل چسپ ہو۔ ایسا بھی کوئی واقعہ نہیں جو بہت اہم ہو، سوا اس بات کے کہ جس گھر میں ہم رہتے تھے، کہا جاتا تھا وہاں آسیب کا اثر ہے۔ رضوان پیدا ہوا تھا، جو تقریباً ہفتہ بھر یا پندرہ دن زندہ رہ کر مر گیا تھا۔ اپنے اس چھوٹے بھائی سے مجھے اتنا لگاؤ ہو گیا تھا کہ میں اس کی قبر پر چلا جاتا تھا اور وہاں بیٹھے روتا رہتا تھا۔ بستی کا کوئی آدمی ادھر سے گزرتا تھا تو مجھے گھر لے آتا تھا۔

© NCERT not to be republished

میرے والد امامت کا پیشہ کرتے تھے۔انھوں نے مذہبی تعلیم سہارنپور میں حاصل کی تھی۔بہت اچھّے قاری تھے۔انھیں دیہات بہت پسند تھے۔امامت کے علاوہ مسجد کے صحن میں مکتب کھولتے تھے جہاں دیہات کے ہرعمر کے لڑکے لڑکیاں پڑھنے آتے تھے۔

یہ دیہات جس میں میرا بچپن گزرا زیادہ تر مسلمان آرائیوں اور راجپوتوں کے تھے۔ان دیہاتوں کا اور میرا بڑا ذہنی تعلق ہے۔میں بچپن سے اکیلا ہوں۔والدہ جب اپنے میکے چلی جاتی تھیں، میں والد کے پاس رہتا تھا۔میری تعلیم کا ہرج نہ ہو اس خیال سے وہ مجھے امّاں کے ساتھ نہیں جانے دیتے تھے۔میری تعلیم کا تصوّر ان کے ذہن میں وہی تھا جو انھوں نے خود حاصل کی تھی۔قرآن حفظ کرنا اور اردو، فارسی کی تھوڑی شد بد تاکہ بڑا ہوکر میں بھی ان کی طرح امامت کا پیشہ اختیار کرسکوں، مگر یہ خانہ بدوشانہ زندگی جو میرے والد نے اختیار کر رکھی تھی، اس نے کبھی مجھے ایک طرح کی تعلیم پر نہیں جمنے دیا۔کبھی سرکاری اسکول میں داخل کردیا جاتا تھا۔کبھی قرآن حفظ کرنے پر لگا دیا جاتا تھا اور بس۔دن رات اسی طرح گزرتے چلے جارہے تھے۔

ان تصویروں میں جن کا تعلق میرے ذہنی پس منظر سے ہے ایک تصویر میرے ذہن میں بہت واضح ہے۔میں ایک بیل گاڑی کے پاس کھڑا ہوں۔ہم ایک گاؤں چھوڑ کر دوسرے گاؤں میں جارہے ہیں۔ہمارا سامان بیل گاڑی میں لادا جارہا ہے اور میں یہ منظر بڑی بے بسی کے ساتھ دیکھ رہا ہوں۔بے بسی اس لیے کہ میں یہ گاؤں نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔اس گاؤں کا نام رَکڑی تھا۔یہاں بہت سے جوہڑ تھے۔جوہڑوں میں کنول اور نیلوفر کھلتے تھے۔سب طرف بڑے بڑے آموں کے گھنے باغ تھے۔باغوں میں کھلیان پڑتے تھے۔کویلیں کوکتی تھیں۔پپیہے بولتے تھے۔ہرے ہرے جنگلوں اور کھیتوں میں ہرنوں کی ڈاریں کلیلیں کرتی دکھائی دیتی تھیں۔کیکر اور کھجور کے پیڑوں میں بَیوں کے گھونسلے تھے جن میں بیٹھے وہ جھولتے رہتے تھے، گیت گاتے رہتے تھے۔ایک دوسرے کا تعاقب کرتے رہتے تھے۔پدّے تھے۔شامائیں تھیں، لال تھے جو موسم کی تبدیلی کے ساتھ رنگ بدلتے تھے، مینائیں تھیں، خوبصورت آواز والے دیّڑ تھے۔غرض کہ وہ سب کچھ تھا جو مجھے مرغوب اور پسند تھا۔مگر میری مرضی نہیں چلی، مجھے گاڑی میں بٹھا دیا گیا اور گاڑی مجھے لے کر روانہ ہوگئی۔مگر میں وہیں کھڑا رہ گیا۔یہی وہ گاؤں رکڑی تھا جسے چھوڑ کر ہم کمباسی گئے تھے۔

عبداللہ پور (جمنا نگر) سے چل کر ہم جگادھری پہنچے۔شہر کے باہر، سڑک کنارے ایک چوکی تھی وہاں جو چوکیدار تھا، ابّا سے جانے کیوں اس کی تکرار ہوگئی۔ابّا ایک دم بگڑ گئے، جھگڑا شاید اس پر ہوا تھا کہ وہاں رات گزارنا چاہتے تھے۔اس جھگڑے کے بعد، انھوں نے وہاں رات گزارنے کا ارادہ ترک کردیا اور دوسری سمت جانے والی ایک کچّی سڑک پر مڑ گئے۔

رات چاندنی تھی۔کچّی سڑک پر تھوڑی دیر چلنے کے بعد ایک بہت بڑا تالاب آیا۔ابّا تالاب کے کنارے رک گئے۔آگے تالاب سے گزر کر جانا تھا۔تھوڑی دیر سوچنے کے بعد ابّا نے کہا: ''میرے پیچھے پیچھے آؤ''، اور لاٹھی سے پانی ناپتے ہوئے تالاب میں

اتر گئے اور دھیرے دھیرے لاٹھی سے پانی ناپتے ناپتے دوسری طرف پہنچ گئے۔ تالاب سے گزرنے کے بعد راستے میں دو تین باغ پڑے مگر ابّا نہیں رُکے۔ اس کے بعد ایک کانس کا جنگل آیا مگر وہ چلتے رہے۔ ہم بہت دیر تک چلتے رہے۔ جنگل کے بولتے سناٹے کے سِوا اور کچھ سنائی نہیں دیتا تھا۔ گاہے گاہے آس پاس سے گیدڑوں کے بولنے کی آواز سنائی دے جاتی تھی۔ بہت دیر چلنے کے بعد پھر ایک جوہڑ آیا جس کے دائیں طرف کانس کا جنگل تھا اور سامنے ایک باغ۔ ابّا نے باغ میں سامان رکھ دیا۔ ایک چادر نکال کر بچھا دی اور کہا سو جاؤ۔ میں لیٹتے ہی سو گیا۔

یہ جگہ جہاں ہم نے رات قیام کیا تھا ایک قبرستان تھا۔ کمباسی سے ہم جس جگہ کے لیے روانہ ہوئے تھے، اس کا نام سَگھ مدرسہ تھا۔ ابّا نے ایک راہ گیر سے دریافت کیا۔ معلوم ہوا سگھ مدرسہ اس جگہ سے بہت قریب ہے۔ وہ باغ جہاں ہم نے رات قیام کیا تھا اور سگھ مدرسہ کے بیچ وہی کانس کا جنگل جس کا میں نے ذکر کیا ہے اسی باغ سے تھوڑے فاصلے پر ایک گاؤں تھا۔ جس کا نام سگھ تھا اسی نسبت سے اس مدرسے کا نام سگھ مدرسہ تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہم سگھ مدرسہ پہنچ گئے۔

سگھ مدرسہ دراصل ایک یتیم خانہ تھا جو ایک بغیر چھت کی مسجد اور چند پھونس کے چھپّروں پر مشتمل تھا۔ اس سگھ مدرسہ کے مہتمم اور روح رواں حافظ اللہ دیا نام کے ایک صاحب تھے۔ گورے چٹّے، قد تھوڑا نکلتا ہوا، طباق سا چہرہ اور پھیلی ہوئی ناک، بات چیت میں اچھے تھے اور گوارا آداب واطوار کے انسان تھے۔ جب ہم سگھ مدرسہ میں آئے امّاں اپنے میکے چلی گئی تھیں۔ ابّا یہاں کیوں آئے تھے، مجھے نہیں معلوم، اس لیے کہ یہاں امامت کا کوئی سلسلہ نہیں تھا۔ اس مدرسے میں تیس پینتیس لڑکے تھے۔ یہاں دینی تعلیم کا انتظام بھی تھا۔ جہاں نہ صرف اس مدرسے کے لڑکے پڑھتے بلکہ سگھ بستی کے لڑکے لڑکیاں بھی آتے تھے۔

یہ مدرسہ جنگل کے بیچوں بیچ تھا، جس کے دو طرف کھیت تھے۔ تیسری طرف آموں کا باغ اور سگھ بستی اور چوتھی جانب کانس کا بہت بڑا جنگل، جس کے ایک سرے پر ایک بہت بڑی جھیل تھی جس کے پانی میں مگر مچھ تیرتے دکھائی دیتے تھے جو کبھی کبھی کنارے پر بھی آجاتے تھے اور دھوپ میں لیٹے رہتے تھے۔ جھیل کا بیشتر حصّہ نرسُل اور پیڑے کے جھنڈ سے پٹا ہوا تھا۔

یہاں مرغابی اور چہے کا شکار کرنے بہت شکاری آتے تھے، خاص طور پر انگریز۔ سردیوں میں جب کانس کا جنگل پھولتا تھا تو بہت اچھا لگتا تھا۔

کچھ روز ساتھ رہ کر میرے والد مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ بعد میں پتہ چلا انھوں نے امامت کا پیشہ ترک کر دیا اور مدرسے کے لیے چندہ اکٹھا کرنے کا کام اپنے ذمے لیا تھا۔ مدرسے کے لیے چندہ وہ گاؤں گاؤں گھوم کر کرتے تھے۔ حافظ اللہ دیا بھی زیادہ تر یہی کام کرتے تھے اور گرمیوں میں چندہ اکٹھا کرنے شملہ چلے جاتے تھے۔ یہاں پھر قرآن حفظ کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جانے

© NCERT not to be republished

سے پہلے ایک دن ابّا نے مجھے نماز سکھائی۔ پوچھا سورۂ فاتحہ آتی ہے؟ میں نے نیت باندھے باندھے کہا ——— ''آتی ہے۔''

کہنے لگے نماز کی نیت بندھی ہو تو بولا نہیں کرتے۔ میں نے نیت باندھے باندھے کہا— ''اچھّا''۔ سکھ مدرسہ چندے کے روپیہ پر کم چل رہا تھا اللہ کی مرضی اور توکّل پر زیادہ۔ یہاں کھانا کم اور کھانے کا انتظار زیادہ رہتا تھا۔ راتوں کو افزائش رزق کے لیے چلّہ کشی اور قرآن خوانی ہوتی۔ جب کئی دن تک آس پاس کے گاؤں سے کوئی دعوت یا اور کچھ کھانے کو نہیں آتا تھا تو لڑکوں کو منہ اندھیرے اٹھایا جاتا تھا۔ انھیں کچھ کنکریاں دے دی جاتی تھیں جن پر وہ قرآن کی سورۃ کئی کئی بار پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔ کون سی سورۃ تھی، اس وقت مجھے یاد نہیں۔ سردیوں کی راتوں میں اٹھنا مصیبت معلوم ہوتا تھا مگر قہر درویش بر جانِ درویش۔

کچھ دن بعد ابّا واپس آ گئے۔ امّاں بھی آ گئیں۔ ایک رات امّاں سوتے سوتے ایک دم ہڑبڑا کر اٹھیں۔ انھیں اپنے سینے پر کچھ رینگتا ہوا محسوس ہوا۔ انھوں نے جھٹک دیا۔ ابّا نے جلدی سے لالٹین جلائی دیکھا ایک چھوٹا سا سانپ ہے۔ ایک رات ہم چولھے کے پاس بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ اچانک چولھے کی عقبی دیوار سے ایک بہت بڑا سانپ نکلا اور تیزی سے دوسری طرف چلا گیا اور غائب ہو گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ یادیں ہیں، جن میں دو اہم یہ ہیں۔ ایک لالی کا سر اور دوسرے برسات کے کیڑے۔

سکھ مدرسہ میں دو بہن بھائی پڑھتے تھے۔ لڑکے کا نام میرے ذہن میں نہیں۔ لڑکی کا نام لالی تھا۔ وہ کسی بیرے یا بٹلر کے بچّے تھے جو شملہ میں کام کرتا تھا۔ انھیں حافظ اللہ دیا لے آئے تھے۔ لالی بہت چھوٹی تھی۔ یہی کوئی چار پانچ سال کی ہوگی۔ سب لڑکے اس سے بڑا لاڈ کرتے تھے۔ ایک روز سو کر اٹھے تو معلوم ہوا لالی غائب ہے۔ سب کو بڑا تعجب ہوا۔ وہ کہاں جا سکتی ہے۔ مدرسے میں ہر جگہ ڈھونڈا مگر نہیں ملی۔ سب جنگل کی طرف دوڑے۔ اسے پکارتے ہوئے کچھ لڑکے جنگل میں ایک طرف گئے، کچھ دوسری طرف، آخر لالی مل گئی۔ ایک بھٹ کے باہر کچھ خون، خون میں لت پت لالی کے کپڑے اور اس کی کھوپڑی پڑی تھی۔ اسے لکڑ بگھا اٹھا لے گیا تھا۔

ہر طرف جنگل ہونے کی وجہ سے رات کو بھنگے اور پتنگے بہت آتے تھے اور جب کھانا کھانے بیٹھتے تھے تو دال میں گر گر جاتے تھے۔ ان کی بو اتنی تیز اور خراب ہوتی تھی کہ اب تک میری ناک میں بسی ہوئی ہے۔

کچھ مدّت بعد ابّا اور حافظ اللہ دیا میں اختلاف ہو گیا۔ کیوں؟ اس کی تفصیل مجھے نہیں معلوم، مگر اس اختلاف میں نابینا حافظ کا ہاتھ ضرور تھا۔

اس واقعے کے بعد سکھ مدرسے سے ہمارا سلسلہ منقطع ہو گیا اور ہم رہنے کے لیے سکھ بستی میں چلے گئے۔

سکھ بستی پچاس ساٹھ گھروں کا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا، جس میں زیادہ تر مسلمان راجپوت اور ارائیں کاشت کار تھے وہاں

رحمت اللہ نام کا ایک شخص تھا جس نے اپنی حویلی کا ایک حصّہ ہمیں رہنے کے لیے دے دیا تھا۔ میری تعلیم کا ڈھرّا پھر بدل گیا۔ میں سگھ مدرسے میں قرآن حفظ کر رہا تھا، مگر سگھ بستی میں آنے کے بعد ابّا نے مجھے سرکاری اسکول میں داخل کرا دیا۔ سگھ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک پرانا قصبہ تھا جس کا نام بوڑیہ تھا۔ وہاں ایک مڈل اسکول تھا۔ پڑھنے کے لیے میں وہاں جانے لگا۔ مدرسے کے قریب ایک محل نما مکان، محل نما کیا محل ہی تھا۔ کس کا تھا نہیں معلوم۔ بہت سال بعد معلوم ہوا وہ بیربل کا محل تھا۔ قصبہ بوڑیہ بھی بہت قدیم بستی معلوم ہوتا تھا۔ جگہ جگہ منہدم مکانات تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا یہ شہر ضرور کسی قدیم تہذیب کا حصّہ ہے۔ ابھی سال پہلے میں نے اخبار میں پڑھا، وہاں کھدائی ہوئی دو تین صدی قبل مسیح کی تہذیب کے آثار ملے۔

سگھ بستی سے نکلتے ہی دائیں بائیں آموں کے باغ تھے اور بیچ میں کانس کا جنگل۔ بوڑیہ کا راستہ اسی جنگل سے ہو کر گزرتا تھا۔ یہ اسی کانس کے جنگل کا سلسلہ تھا جو سگھ مدرسے کے اردگرد پھیلا ہوا تھا۔ مارکنڈ ندی اس جنگل کو چھوتی ہوئی گزرتی تھی۔ پانی صرف برسات کے دنوں میں ہوتا تھا۔ باقی دنوں میں مارکنڈ سوکھا پڑا رہتا تھا۔ چلچلاتی دھوپ اور یخ بستہ سردیوں میں جب میں اس ندی کی ریت پر سے ننگے پاؤں گزرتا تھا، تو میرے آنسو نکل آتے تھے۔ تلووں کو دھوپ اتنا نہیں جلاتی تھی جتنا سردی جلاتی تھی۔ مجھے اکثر ایسا احساس ہوتا ہے جیسے اس بستی میں کئی جنم گزارے تھے۔ کتنا اتار چڑھاؤ دیکھا اور بھگتا، جیسے ہفت خواں طے کیا ہو۔

(اختر الایمان)

## مشق

### لفظ و معنی

| | | |
|---|---|---|
| آسیب | : | بھوت پریت |
| خانہ بدوش | : | بے ٹھکانا، جس کا کوئی مستقل گھر نہ ہو |
| جوہڑ | : | چھوٹا تالاب |

© NCERT not to be republished

| | | |
|---|---|---|
| ڈار | : | ہرنوں کا جھنڈ |
| مرغوب | : | پسندیدہ |
| کانس | : | ایک قسم کی لمبی گھاس جو غیر زراعتی زمین پر پیدا ہوتی ہے |
| روحِ رواں | : | وہ شخص جو کسی کام کی اصل ذمّے داری سنبھالے ہوئے ہو |
| طباق سا چہرہ | : | چوڑا چکلا چہرہ |
| نرسُل | : | سرکنڈا، نرکل |
| پٹیرے | : | ایک قسم کی گھاس |
| چہے | : | ایک چھوٹی آبی چڑیا |
| افزائش | : | اضافہ، زیادتی |
| قہر درویش برجانِ درویش: | | غریب کا غصّہ اپنے ہی اوپر نکلتا ہے |
| منہدم | : | گرا ہوا، مسمار کیا ہوا |
| یخ بستہ | : | بہت زیادہ ٹھنڈا، برف کی طرح جما ہوا |
| ہفت خواں | : | کیکاؤس کی رہائی کے لیے رُستم نے مازندران تک جو راستہ سات دن میں طے کیا اسے ہفت خواں کہا جاتا ہے۔ مراد کٹھن اور مشکل کام |

## غور کرنے کی بات

- ایک اچھی آپ بیتی میں صرف گزری ہوئی باتوں کا بیان ہی نہیں ہوتا بلکہ اس بیان کو حقیقت پر بھی مبنی ہونا چاہیے۔ اختر الایمان نے اپنی کامیابیوں کے ساتھ ساتھ، اپنی خامیوں اور ناکامیوں کو بھی دیانت داری کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اختر الایمان کی نثر بہت سادہ صاف اور رواں ہے۔ ان کی نثر میں ذرا بھی تصنع اور آرائش نہیں ہے۔
- یہ اقتباس اختر الایمان کی خودنوشت 'اس آباد خرابے میں' کے اس حصّے سے لیا گیا ہے جب مصنف کو گیارہ سال کی عمر میں اپنا گاؤں چھوڑنا پڑا۔ غور کیجیے کہ چوتھے پیراگراف میں مصنف نے اپنے گاؤں کی کتنی اچھی اور سچّی تصویریں پیش کی ہیں۔

© NCERT not to be republished

## سوالات

1. خودنوشت یا آپ بیتی کی تعریف بیان کیجیے۔
2. اختر الایمان کسی ایک طرح کی تعلیم پر کیوں نہ جم سکے؟
3. اپنے گاؤں رکڑی کی کیا کیا چیزیں اختر الایمان کو پسند تھیں؟
4. اختر الایمان جب اپنے والد کے ساتھ جگادھری پہنچے تو وہاں کیا منظر تھا؟
5. مدرسے میں رہنے والی بچّی لالی کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟

## عملی کام

- آپ کو اپنی زندگی کے کچھ ایسے واقعات یاد ہوں گے جن کی یاد آپ کے ذہن میں ہوگی، انھیں یادداشت کی شکل میں لکھیے۔

© NCERT not to be republished